بنی اسرائیل
اپنی تاریخ و کردار کے آئینے میں

مولوی سمیع اللہ تبقر، اگاڑی نگر، بمبئی

(۴)

توراۃ :-

توراۃ جو بخت نصر کے حملے کے وقت کسی ملبے میں دب گیا تھا، اسے دریافت کیا گیا۔ اور کچھ تصحیح کے بعد اس کے متعدد نسخے تیار کئے گئے تاکہ یہ ضائع نہ ہو سکیں۔ پہلے توراۃ کا ایک ہی نسخہ ہوتا تھا۔ جو ہیکل سلیمانی میں رہتا تھا۔

بنی اسرائیل اور یہود :-

اوپر جو بنی اسرائیل کے ساتھ یہود کا بھی ذکر آنے لگا۔ اس سے یہ شبہ نہ ہو کہ یہ دو الگ الگ قومیں ہیں۔ یہ سب بنی اسرائیل ہیں۔ صرف امتیاز کے لئے حضرت یوسف، بنیامین اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعض قبیلے نے اپنا نام "یہود" رکھ لیا۔

یہود :-

یہود مذہبی رجحان رکھتے تھے، تورات پر عمل کرتے، قربانیاں گزارتے اور ہیکل کی خدمت میں لگے رہتے۔

اس کے مقابل بنی اسرائیل پر دنیا داری کا اور سیاست غالب آگئی تھی، عہد کو تو بھول ہی بیٹھے تھے۔ چند قبائل بت پرستی بھی کرنے لگے، مگر نسلی اعتبار سے دونوں ایک ہی ہیں۔ اس وقت فلسطین میں جو اسرائیلی حکومت ہے۔ دراصل یہ یہودیوں کی حکومت ہے، ورنہ وہ دس اسرائیلی جن کو آشوری بادشاہوں نے مختلف ممالک میں بکھیر دیا، وہ تو کب کے دوسری قوموں میں ضم ہو کے گمنام ہو گئے۔

قرآن کریم :-

قرآن کریم میں بنی اسرائیل کا ۴۸ جگہ۔ یہود کا ۹ جگہ اور ہود کا ۳ جگہ ذکر آیا ہے۔ "ھود" یہودی کی جمع ہے۔

ان مقامات کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود یا یہود کا لفظ جہاں بھی استعمال ہوا ہے۔ مذہب کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہوا ہے۔ اور بنی اسرائیل لفظ جہاں بھی استعمال ہوا ہے قومیت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہوا ہے یعنی جہاں حضرت یعقوبؑ کی نسل کی طرف اشارہ مقصود ہے، وہاں تو بنی اسرائیل کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور جہاں ان لوگوں کی طرف اشارہ مقصود ہے جو اپنے کو حضرت موسیٰؑ کا پیرو کہتے ہیں۔ وہاں یہود یا ہود کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

ریاست یہودیہ :-

"سامریہ" کی حکومت کو سات سو سال قبل مسیح ہی نیست و نابود

ہو چکی تھی، اب صرف یہودی حکومت "یہودیہ" باقی تھی۔ لیکن بابل سے واپسی کے بعد فلسطین میں پیدائش مسیح تک کوئی اہم واقعہ رونما نہیں ہوا۔

یروشلم :-

یروشلم جو ریاست یہودیہ کا راجدھانی تھا اور جسے ہم "بیت المقدس" کہتے ہیں۔ نہایت خوبصورت، مہذب اور ترقی یافتہ شہر تھا، یہودی اور غیر یہودی معماروں نے اس شہر کی تزئین و آرائش میں اپنے فن کا نہایت اعلیٰ نمود پیش کیا تھا۔ بائبل میں اس شہر کی تہذیب و تمدن کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے اسے تو پڑھ کر ہی آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں۔

ہیکل سلیمانی :-

ہیکل میں بہت سے قیمتی نوادرات تھے۔ جن کا بائبل میں ذکر آتا ہے۔ اس کے شہتیر اور چھتوں میں قیمتی لکڑیاں استعمال کی گئی تھیں۔ صندل اور سال کی لکڑیاں ہندوستان سے درآمد کی گئی تھیں۔

بنی اسرائیل تو آشوری حملے کے بعد ہی فلسطین سے نکل گئے پھر ان کا پتہ لگا اور نہ ان کی ریاست سامریہ کا، یہ بنی اسرائیل کے دس گمشدہ قبائل کہلاتے ہیں۔

لیکن یہودی ریاست یہودیہ ابھی تک فلسطین میں باقی تھی۔ یروشلم (بیت المقدس) اس کا صدر مقام تھا۔ یہیں ہیکل سلیمانی یعنی مسجد اقصیٰ تھی۔ جہاں عبادت کرنے ملک شام کے تمام یہودی آتے رہتے تھے۔ یوں عہد مسیح سے قبل یروشلم پر حکومت رومی بادشاہوں کی تھی۔ مگر وہ

حکومت قانون کی تھی، اور یہودیوں کو داخلی آزادی حاصل تھی، وہ مذہب اور عقیدہ و عبادت کے معاملے میں بھی آزاد تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت :۔

ابھی زندگی اسی نہج پر چل رہی تھی، کہ اچانک یروشلم کے ایک گھر بیت اللحم میں ایک بچہ پیدا ہوا، اسے بھی حضرت موسیٰ ع کی طرح رومی حکمرانوں کی طرف سے ہلاکت کا خطرہ تھا، ان کے خلاف بھی کاہنوں نے پیشگوئی کر رکھی تھی، اس لیے ان کی ماں انھیں لے کر مصر کی طرف چلی گئی، کاہن ان کی تلاش کرتے ہوئے ان کی ولادت گاہ تک آئے، مگر اس سے پہلے ان کی ماں انہیں لے کر اس گھر سے کوچ کر چکی تھی، اس بچے کا نام یسوع مسیح تھا۔ جنہیں ہم حضرت عیسیٰ کہتے ہیں۔ یہ داؤد کے خاندان کا چشم و چراغ تھا۔

بچپن :۔

اس بچے کا بچپن کہاں گزرا، اور یہ پندرہ سال کی عمر تک کہاں رہا۔ کچھ معلوم نہیں۔ اس تاریخی انسان کا یہ حصہ زندگی پردۂ راز میں ہے بعض لوگ خصوصاً آریہ سماجی کہتے ہیں کہ وہ اتنے سال ہندوستان میں رہے عہ مگر یہ ایک ساقط الاعتبار بات ہے۔

پندرہ سال کے بعد یہ بچہ ایک دن اچانک ہیکل میں نمودار ہوتا ہے۔ اور ایک ملکوتی قوت کے ذریعے کاہنوں، صدوقیوں اور فریسیوں

عہ:۔ یسوع مسیح کی نامعلوم زندگی کے حالات۔

دیہ یہودیوں کے فرقے تھے) کے خلاف وعظ شروع کر دیتا ہے۔ خوانچہ فروشوں کے خوانچے الٹ دیتا ہے۔ کبوتر بازوں کے پنجرے توڑ پھوڑ ڈالتا ہے، ہر طرف ہیکل میں ایک ہنگامہ برپا ہو جاتا ہے۔ ماں کو خبر ہوتی ہے تو وہ دوڑ کر آتی ہے۔ اور اس کو پکڑ کر لے جاتی ہے، اور کہتی ہے کہ اے میرے لعل! میں تو تجھے بازاروں میں ڈھونڈھ رہی تھی، تو یہاں ہیکل میں کیا کر رہا ہے یہ حضرت مریم صدیقہ تھیں۔

یسوع اگرچہ ابھی ابھی سن بلوغ کو پہنچے تھے مگر ان کا علم خدا داد تھا کاہنوں، صدوقیوں اور فریسیوں سے مناظرے کرنے لگے۔ چھوٹا منہ اور بڑی بات، سبھی حیرت سے ان کا منہ دیکھتے۔ مگر ان کے زور بیان نے سارے یروشلم میں ایک تہلکہ برپا کر دیا۔

یہودی دانشوروں کی ایک جماعت نے جناب یسوع مسیح کو قبول کر لیا۔ اگرچہ ان میں اکثریت پسماندہ طبقے کی تھی، مگر اکثریت نے انکار کیا۔ اور رومی دربار میں ان کے خلاف سازش کی، اور انہیں حکومت کا باغی ٹھہرایا۔ خدا نے جب اپنے بندہ کی بدعملی اور افترا پردازی دیکھی تو یسوع مسیح کو اپنے ابرِ رحمت میں چھپا لیا، اور وہ ان سبھوں کی آنکھوں سے پردہ فرما گئے۔

مگر انہوں نے پردہ فرمانے سے پہلے ہیکل کی طرف اشارہ کر کے کہا، کہ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے۔ جب اس کی اینٹ پر اینٹ نہیں رہے گی یعنی اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے گی۔ (انجیل لوقا ۴۴:۱۹)

طیطس رومی کا حملہ :-

حکومت قانون کی تھی، اور یہودیوں کو داخلی آزادی حاصل تھی، وہ مذہب اور عقیدہ و عبادت کے معاملے میں بھی آزاد تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت :-

ابھی زندگی اسی نہج پر چل رہی تھی، کہ اچانک یروشلم کے ایک گھر بیت اللحم میں ایک بچہ پیدا ہوا، اسے بھی حضرت موسیٰؑ کی طرح رومی حکمرانوں کی طرف سے ہلاکت کا خطرہ تھا، ان کے خلاف بھی کاہنوں نے پیشگوئی کر رکھی تھی، اس لیے ان کی ماں انہیں لے کر مصر کی طرف چلی گئی، کاہن ان کی تلاش کرتے ہوئے ان کی ولادت گاہ تک آئے، مگر اس سے پہلے ان کی ماں انہیں لے کر اس گھر سے کوچ کر چکی تھی، اس بچے کا نام یسوع مسیح تھا۔ جنہیں ہم حضرت عیسیٰؑ کہتے ہیں۔ یہ داؤد کے خاندان کا چشم و چراغ تھا۔

بچپن :-

اس بچے کا بچپن کہاں گزرا، اور یہ پندرہ سال کی عمر تک کہاں رہا۔ کچھ معلوم نہیں۔ اس تاریخی انسان کا یہ حصہ زندگی پردۂ راز میں ہے بعض لوگ خصوصاً آریہ سماجی کہتے ہیں کہ وہ اتنے سال ہندوستان میں رہےؔ مگر یہ ایک ساقط الاعتبار بات ہے۔

پندرہ سال کے بعد یہ بچہ ایک دن اچانک ہیکل میں نمودار ہوتا ہے۔ اور ایک ملکوتی قوت کے ذریعے کاہنوں، صدوقیوں اور فریسیوں

عہ:- یسوع مسیح کی نامعلوم زندگی کے حالات۔

زیہ یہودیوں کے فرقے تھے) کے خلاف وعظ شروع کر دینا ہے۔ خوانچہ فروشوں کے خوانچے الٹ دیتا ہے۔ کبوتر بازوں کے پنجرے توڑ پھوڑ ڈالتا ہے، ہر طرف ہیکل میں ایک ہنگامہ برپا ہو جاتا ہے۔ ماں کو خبر ہوتی ہے تو وہ دوڑ کر آتی ہے۔ اور اس کو پکڑ کر لے جاتی ہے، اور کہتی ہے کہ اے میرے لعل! میں تو تجھے بازاروں میں ڈھونڈھ رہی تھی۔ تو یہاں ہیکل میں کیا کر رہا ہے
یہ حضرت مریم صدیقہ تھیں۔

یسوع اگرچہ ابھی ابھی سن بلوغ کو پہنچے تھے مگر ان کا علم خدا داد تھا کاہنوں، صدوقیوں اور فریسیوں سے مناظرے کرنے لگے۔ چھوٹا منہ اور بڑی بات، سبھی حیرت سے ان کا منہ دیکھتے۔ مگر ان کے زور بیان نے سارے یروشلم میں ایک تہلکہ برپا کر دیا۔

یہودی دانشوروں کی ایک جماعت نے جناب یسوع مسیح کو قبول کر لیا۔ اگرچہ ان میں اکثریت پسماندہ طبقے کی تھی، مگر اکثریت نے انکار کیا۔ اور رومی دربار میں ان کے خلاف سازش کی، اور انہیں حکومت کا باغی ٹھہرایا۔ خدا نے جب اپنے بندوں کی یہ بدعملی اور افترا پردازی دیکھی تو یسوع مسیح کو اپنے ابر رحمت میں چھپا لیا، اور وہ ان سبھوں کی آنکھوں سے پردہ فرما گئے۔

مگر انہوں نے پردہ فرمانے سے پہلے ہیکل کی طرف اشارہ کر کے کہا، کہ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے۔ جب اس کی اینٹ پر اینٹ نہیں رہے گی یعنی اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے گی۔ (انجیل لوقا ۲۱ : ۶)

طیطس رومی کا حملہ :-

ساٹھ سال کے بعد ان کی یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ یہودیوں میں جو بغاوت احسان فراموشی اور فتنہ پردازی کی عادت پائی جاتی ہے۔ وہ ظاہر ہوئی، اور یہ قوم رُوم کی پرامن حکومت کے خلاف بغاوت کر بیٹھی۔

بس پھر کیا تھا، رومی شہزادہ طوفان باد و باراں کی طرح فوج کا ایک طوفانی دستہ لے کر اس طرف بڑھا۔ یہودیوں کا قتل عام کیا۔ ہیکل جو ایک خوبصورت عمارت تھی۔ وہ اُسے تباہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مگر اس کے ایک جوان نے اس میں آگ لگادی، اور وہ نادرۂ روزگار عمارت جو قیمتی اور خوبصورت لکڑیوں پر کھڑی تھی، راکھ کا ڈھیر بن گئی۔

بنی اسرائیل تو پہلے ہی فلسطین سے نکالے جا چکے تھے اب یہود کی باری آئی جب طیطس نے جب ان کا قتل عام شروع کیا تو یہ وہاں سے بھاگے۔ عرب اور ایران کے علاوہ بہت سے یہودی ہندوستان بھی آگئے۔ یروشلم یہودیوں سے خالی ہوگیا۔ یروشلم کا نام بھی لوگوں کے ذہن سے محو ہوگیا۔ عیسائیوں نے اس کا نام ایلیا رکھ لیا۔ اور اہل عرب اس کو بیت المقدس کہنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ بر دحیہ کلبی جب شام میں رومی بادشاہ ہرقل سے ملا تھا، تو وہ اس وقت ایلیا ہی میں مقیم تھا۔ (بخاری ج ۱ باب کیف کان بدا الوحی)

اس مرتبہ یہودی کچھ اس طرح خوف زدہ ہوکر وہاں سے نکلے کہ لگ بھگ دو ہزار سال تک پھر ادھر کا رُخ نہ کرسکے۔ وہاں کے حالات بھی ان کے خلاف ہوگئے یروشلم پر رومیوں کی حکومت تو تھی ہی۔ رومی اب عیسائی ہوگئے، اور ان دونوں میں اتنی شدید دشمنی تھی کہ یہودیوں کا پھر فلسطین کو اپنا وطن بنانا محال تھا۔ وہ دنیا کے مختلف علاقوں میں کنیسا بنا بنا کے آباد ہوگئے۔

بیت المقدس پر اسلامی اقتدار :-

رومیوں کے بعد "بیت المقدس" عہد فاروقی میں مسلمانوں کے زیر اقتدار آگیا۔ اور اگرچہ اسلامی دورِ حکومت میں عیسائیوں اور یہودیوں کو عقیدہ و عبادت کی آزادی تھی، مگر یہودی جو دوسرے ممالک میں آباد ہوگئے تھے۔ گھربار بسا لیا تھا، جائدادیں خرید لی تھیں، اب یروشلم آنے پر تیار نہیں تھے۔ یہاں تک کہ ۱۹۱۴ء میں جرمنی نے جنگ کا صور پھونکا، یہودی جو سائنس و ٹکنالوجی کے علاوہ یورپ کے معاشیات پر بھی حادی تھے۔ انہوں نے انگریزوں کے سامنے اپنی جنگی خدمات پیش کیں۔ برطانیہ جو اس وقت جرمنی اور روس کے بے پناہ حملوں سے گھبرایا ہوا تھا، اس نے یہ خدمات قبول کرلیں۔ اس جنگ میں محوریوں یعنی جرمنی، روس، اٹلی اور ترکی کو شکست ہوئی، فلسطین جس پر ترکان آل عثمان کی حکومت تھی، اب انگریزوں کے قبضے میں آگیا۔

یہودی ریاست کے قیام کا مطالبہ :-

یہ موقعہ دیکھ کر یہودیوں نے برطانیہ سے اپنی جنگی خدمات کا صلہ مانگا۔ اور وہ مانگ یہ تھی کہ فلسطین کو اسرائیلی ریاست بنا دیا جائے۔ برطانیہ نے یہ مطالبہ منظور کرلیا۔ اور ۱۹۱۸ء میں برطانیہ کے وزیر خارجہ بالفورنے یہ اعلان کردیا کہ فلسطین کو اسرائیل کا قومی وطن بنا دیا جائے گا۔ یہ اعلان ہونا تھا کہ دنیا بھر کے اسرائیلی اور یہودی وہاں پہنچنے لگے۔ عربوں سے منہ بولا دام دے کر زمین اور جائدادیں خریدنے میں لگ گئے۔ اس سے پیشتر کہ فلسطین میں باقاعدہ اسرائیلی حکومت کے قیام کا اعلان ہو، یہودیوں اور اسرائیلیوں کی ایک معقول تعداد فلسطین پہنچ گئی۔

اسرائیلی ریاست کے قیام کا اعلان :-